74

41

خاکساری مذہب کا ایک ضروری جزو ہے

(فرمودہ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۲ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

ارادہ تو آج میرا زیادہ تفصیل سے کچھ بیان کرنے کا تھا لیکن چلتے وقت مجھے معلوم ہوا کہ میری گھڑی بہت غلط اور پیچھے تھی جس کی وجہ سے وقت کی شناخت مجھے نہیں ہو سکی۔ اس لئے اختصار کے ساتھ میں دوستوں کو ایک ایسی ضرورت کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو مذہبی جماعتوں کے لئے نہایت ضروری اور اہم ہوتی ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ اخلاق کی درستی کے لئے جرأت اور انکسار دونوں چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر جرأت کا مفہوم لوگ بہت غلط لے لیتے ہیں اور اس کی وجہ سے خاکساری اور انکسار جو مذہب کا ایک ضروری جزو ہے، نظرانداز ہو جاتا ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جو جرأت کا مفہوم یہ سمجھتے ہیں کہ دشمن کا مقابلہ کیا جائے اور اپنے مدمقابل کو زیر کر لیا جائے۔ اس میں شبہ نہیں کہ جرأت کے یہ بھی معنی ہیں لیکن اگر جرأت کے یہی معنی ہوں تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ لاکھوں آدمی دنیا سے ایسے گزر جاتے ہیں جنہیں جرأت دکھانے کا کبھی موقع نہیں ملتا۔ کیونکہ لاکھوں آدمی ایسے ہوں گے جن پر ان کا دشمن کبھی حملہ آور نہیں ہوا۔ پس جرأت کے یہ معنی کر کے ہم ایک نیک صفت کو محدود کر دیتے ہیں اور ایک خطرناک نقصان اس قسم کا مفہوم سمجھ لینے سے یہ پہنچتا ہے کہ ہزاروں مواقع جہاں ہمیں جرأت دکھانی چاہئے ہم نظرانداز کر جاتے ہیں اور اس موقع پر اپنی ایک نیک صفت کے اظہار سے محروم رہتے ہیں۔ جرأت کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ اگر دشمن ہم پر حملہ کرے تو ہم اس کا مقابلہ کریں اور نہ ہی جرأت کے یہ معنی ہیں کہ ہم خود دشمن پر

حملہ کریں کیونکہ یہ اسلام میں جائز نہیں۔ جرأت کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ انسان اپنے آپ کو خطرات میں ڈال کر ایسی جگہ جہاں اسے یقینی نفع نظر نہیں آتا لیکن کام نیک معلوم ہوتا ہے جائے اور اس کام کو اختیار کرلے۔ جیسے انسان ایک دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہو جاتا ہے باوجود یہ جاننے کے کہ ہتھیار اس کے پاس ہے اور وہ مجھے ہلاک کرنا چاہتا ہے اور باوجود یہ جاننے کے کہ میری کامیابی یقینی نہیں وہ اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر جب کھڑا ہو جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں یہ بڑا جری اور بہادر ہے۔ یہی چیز جب دوسرے مواقع پر پیش آتی ہے تو اس وقت بھی جرأت ہی کہلاتی ہے۔ مثلاً ایک ایسا موقع آتا ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ میری اپنی ضروریات اتنی ہیں کہ اگر میں انہیں پورا کروں تو دین کی خدمت کا موقع نہیں مل سکتا اور اگر دین کی خدمت کروں تو اپنی ضروریات پوری نہیں ہوتیں۔ اب اگر کوئی شخص حقیقی معنوں میں جری ہے تو وہ یہی کہے گا کہ ہرچہ بادا باد میں پہلے دین کی خدمت کروں گا' اپنی ضروریات بعد میں دیکھ لوں گا۔ ایسا شخص جری کہلائے گا کیونکہ اسے ایک خطرہ تھا مگر اس نے اس خطرہ کی پرواہ نہیں کی۔ یا ایک ایسا شخص ہے کہ اس پر کوئی دشمن حملہ کرتا اور اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر وہ دشمن اس کے قابو میں آجاتا ہے۔ اب اس کے اختیار میں ہوتا ہے کہ چاہے تو معاف کرے اور چاہے تو سزا دے لیکن اسے معاف کرتے وقت ایک خیال آتا ہے اور وہ یہ کہ اگر آج میں نے اسے چھوڑ دیا تو ممکن ہے کل یہ مجھے پھر نقصان پہنچائے۔ اس لئے ایک خیال اسے یہ بھی آتا ہے کہ چلو اسے سزا دے لیں لیکن اگر وہ ایسی حالت میں کہ اس کی طرف سے اسے نقصان پہنچانے کا خطرہ ہے دشمن کو معاف کر دیتا ہے تو وہ جری کہلائے گا حالانکہ وہ لڑتا نہیں' دشمن پر حملہ نہیں کرتا لیکن کہلائے گا دلیر۔ کیونکہ دشمن اس کے قابو میں تھا اور اسے اختیار حاصل تھا کہ اسے سزا دے۔ پس سزا دینے میں تو کوئی خطرہ نہ تھا لیکن عفو میں خطرہ تھا۔ اور خیال ہو سکتا تھا کہ اگر آج اسے چھوڑ دیا گیا تو ممکن ہے اسے کل کوئی اور موقع مل جائے اور نقصان پہنچادے۔ پس ایسے موقع پر معاف کرنے والا بھی جری کہلائے گا حالانکہ وہ لڑنے والا نہیں ہو گا یا اسی طرح اگر کوئی شخص سرکاری ملازم ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ ظلم ہو رہا ہے لیکن افسر اس ظلم کی تائید میں ہے تو اگر وہ شخص ان لوگوں کے پاس جن سے ان کا واسطہ ہے صحیح طور پر حالات بیان کر دیتا اور اپنی بات پر قائم رہتا ہے تو ہم کہیں گے یہ جری ہے حالانکہ اس نے لڑائی نہیں کی اور نہ کسی سے مقابلہ کیا۔ غرض ہر وہ موقع جس میں نیکی اختیار کرنے میں خطرات ہوں اگر انسان اس حالت میں نیکی کو اختیار کرتا اور خطرے کی پرواہ نہیں کرتا

تو وہ جری کہلائے گا۔ جرأت یہ نہیں کہ لٹھ لے کر دشمن کو مارنے کے لئے چل پڑیں۔ کیونکہ اگر ہم یہ معنی کریں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ لاکھوں کو یہ نیک صفت دکھانے کا موقع نہیں ملا۔ دیکھ لو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ عفو کی تعلیم دیتے تھے۔ اور آپ نے کبھی لڑائی نہیں کی بلکہ بسااوقات آپ پر دشمنوں کی طرف سے حملے ہوئے۔ لاہور میں سے ہی ایک دفعہ آپ گزر رہے تھے کہ ایک اور مدعی مہدویت بھی آنکلا اور اس نے اس زور سے آپ کو مُکا مارا کہ آپ گر گئے۔ باقی دوستوں نے چاہا کہ اسے ماریں مگر آپ نے فرمایا چھوڑ دو اس نے تو نیک نیتی سے ہی کیا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف لڑائی میں ابتداء نہیں کی بلکہ دشمن کے مقابلہ میں بھی عفو سے کام لیا۔ مگر خدا کیا نام رکھتا ہے

جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ[1]

اللہ کا جری جو سارے نبیوں کے حلوں میں آیا ہے حالانکہ آپ نے کبھی لڑائی نہیں کی بلکہ لڑائی تو دور کی بات ہے ایسی نیت بھی آپ نے کبھی نہیں کی۔ مگر باوجود اس کے کہ ساری عمر لڑے نہیں بلکہ لڑائی کی نیت بھی نہیں کی خدا کہتا ہے کہ آپ جری ہیں اور ایسا جری جو ہمارا سپہ سالار ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جرات صرف لڑائی کا نام نہیں بلکہ موقع پر عفو کرنا اور درگزر سے کام لینا اور اپنے جذبات کی قربانی کرنا بھی جرأت اور دلیری ہے۔ یہ جرأت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی اور ہمیشہ آپ نے سچائی اور راستی کی تائید کی اور کبھی اس راہ میں جانی یا مالی نقصان سے خوف نہیں کھایا۔ پس خدا کے حضور آپ جَرِیُّ اللّٰہِ کہلائے۔ اسی طرح اگر کوئی بھی بجائے دشمن کے مقابلہ میں لٹھ اٹھالینے کے اپنی عزت مال جان اور آبرو کی قربانی کرنے کے لئے تیار رہتا ہے اور نیکی کے مواقع پر خطرات کو قبول کرتے ہوئے راستی کو ترک کرنا گوارا نہیں کرتا تو وہ جری کہلائے گا۔ اور اگر وہ اور زیادہ ترقی کرے گا تو جَرِیُّ اللّٰہِ بن جائے گا۔ پس میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ جری کے معنی صرف لٹھ باز کے ہی نہیں بلکہ موقع پر عفو اور درگزر سے کام لینے والا، تکلیفوں کو برداشت کرنے والا اور ظاہری نقصانات کو قبول کرنے والا بھی جری ہے۔ ہاں اگر کوئی ڈر کے مارے ایسا کرتا ہے تو وہ بزدل ہے جیسے اگر کوئی شخص نماز تو پڑھتا ہے لیکن اس لئے نہیں کہ خدا کا یہ حکم ہے بلکہ اس لئے کہ محلّہ کے لوگ کیا کہیں گے۔ یا اس لئے چندہ نہیں دیتا کہ یہ قربانی ہے بلکہ اس لئے دیتا ہے کہ دوسرے لوگ اسے مطعون نہ کریں تو ایسا شخص جری نہیں خواہ وہ ساری عمر ایسے کاموں میں گزار دے بلکہ وہ

بزدل ہے۔ کیونکہ اس کا ہر کام بزدلی اور لوگوں کے خوف کی وجہ سے ہے۔ خدا کی محبت کی وجہ سے نہیں۔ غرض جو شخص نیکی کو نیکی کے لئے اختیار نہیں کرتا بلکہ لوگوں کے لئے اختیار کرتا ہے وہ بزدلی کا ارتکاب کرتا ہے اور ظاہری کام کے لحاظ سے خواہ وہ بہادروں میں ہی شمار ہو' اللہ تعالیٰ کے حضور جری نہیں کہلا سکتا۔ جیسے دنیا میں ہزاروں انسان ایسے ہیں کہ وہ نیکی کے کام تو کرتے ہیں مگر نیک نہیں ہوتے۔ حدیثوں میں آتا ہے ایک جنگ کے موقع پر مسلمانوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بہت بڑھ چڑھ کر جنگ میں حصہ لے رہا ہے اور مسلمانوں کی طرف سے اتنے جوش سے لڑ رہا ہے کہ مسلمانوں میں سے کوئی اس وقت ایسا نہیں لڑ رہا تھا رسول کریم ﷺ نے اسے دیکھا اور فرمایا اگر کسی نے دنیا میں دوزخی دیکھنا ہو تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ اس پر سب لوگ حیران ہو گئے اور صحابہ نے دل میں کہا کہ یہ شخص دوزخی کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ ہم سب سے زیادہ جوش سے یہی لڑ رہا ہے۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ مجھے شبہ ہوا شاید بعضوں کے ایمان میں اس وجہ سے کمزوری پیدا نہ ہو جائے۔ وہ کہتے ہیں میں نے قسم کھائی کہ اس شخص کا پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ رسول کریم ﷺ کے قول کی سچائی مشاہدہ کرلوں وہ کہتے ہیں کہ لڑتے لڑتے وہ شخص زخمی ہوا اور کرب اور درد کی وجہ سے کراہ رہا تھا تو میں دیکھتا تھا کہ لوگ آ آ کر اسے کہتے اَبْشِرْ بِالْجَنَّۃِ تجھے جنت کی خوشخبری ہو مگر وہ جواب دیتا کہ مجھے جنت کی نہیں دوزخ کی خبر سناؤ کیونکہ میں خدا کے لئے ان کافروں سے نہیں لڑا بلکہ ان سے مجھے کوئی ذاتی بغض تھا جس کا آج میں نے بدلہ لیا۔ آخر اسی کرب کی وجہ سے تھوڑی دیر بعد اس نے خودکشی کرلی۔ وہ صحابی کہتے ہیں میں یہ دیکھ کر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مجلس میں تشریف رکھتے تھے۔ جب میں پہنچا تو میں نے زور سے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے اور کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے پوچھا کیوں کیا ہوا؟ اس صحابی نے تب بتلایا کہ آپ نے اس طرح کہا تھا۔ میں نے بھی عزم کرلیا کہ اسے نہیں چھوڑوں گا جب تک اس کا انجام نہ دیکھ لوں۔ اب میں یہ انجام دیکھ کر آیا ہوں۔ تب آپ نے بھی بلند آواز سے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔[2] اب دیکھو! بظاہر وہ نیک کام تھا لیکن چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں لڑ رہا تھا اس لئے وہ بزدل تھا۔ کیونکہ وہ نہ صرف جذبات بلکہ کمینہ جذبات سے دبا ہوا تھا۔ پس دوستوں کو چاہئے کہ جری بنیں اور اپنے تمام افعال

میں دلیری اور بہادری دکھائیں لیکن جرأت کا مفہوم لٹھ باز بننا نہیں کیونکہ اگر جرأت کا یہی مفہوم لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے لاکھوں نیک بندے اس نیک صفت کے دکھانے سے محروم رہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے بندے ان صفات سے محروم نہیں رہتے۔

پس جب بھی نیکی کا موقع ملے، عواقب اور خطرات سے بے پرواہ ہو کر اسے اختیار کرلینا اور انجام سے نڈر ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی راہوں پر چلنا حقیقی جرأت اور بہادری ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے انبیاء کا نام جری ہوتا ہے، کیونکہ وہ اس قسم کی نیکیوں میں سب سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔

(الفضل ۸۔ دسمبر ۱۹۳۲ء)

---

۱ تذکرہ صفحہ ۷۹۔ ایڈیشن چہارم

۲ بخاری کتاب القدر باب العمل بالخواتیم